ابرار خٹک

اتحادِ اسلامی: قرآن، سنت اور عقل کی روشنی میں

خالقِ کائنات کے نزدیک تخلیقِ آدم کا بنیادی مقصد انسان کو عرفانِ ذات و معرفتِ حق کے ذریعے ''اطاعت و بندگی'' کی روحانی و جسمانی لذّتوں سے آشنا کر کے خلیفۃ الارض کے عظیم، جلیل القدر اور آفاق گیر منصب پر فائز کرنا ہے، ابنِ آدم کو اشرف المخلوقات جیسی لازوال صفت سے متصف کر کے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

''اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو شرافت بخشی، خشکی اور تری میں برتری دی، پاکیزہ رزق عطا کیا اور اسے مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت بخشی ہے۔'' بنی اسرائل (۷۰)

ربّ العالمین نے انسان اور اس ''ہمہ رنگ و ہمہ جہت'' کائنات کی تخلیق میں توازن و اعتدال کی حیرت انگیز حکمت پوشیدہ رکھی ہے، مشاہدۂ کائنات سے عیاں ہے کہ حجم و وزن، افراط و تفریط، وحدت و کثرت، تغیّر و تبدّل، حرکت و سکون، بنجر و زرخیز، خشک و سیراب، اور فنا و بقا کی صورت میں اس پورے نظامِ ہست و بود میں عجیب و غریب توازن پایا جاتا ہے، جس میں یقیناً صاحبانِ بصیرت و بصارت کے لیے بہت ساری نشانیاں ہیں۔ جس وقت یہ توازن ٹوٹ گیا، فطرت کی دلکشی، چشمِ حیراں کی منظر کشی، جذبوں کا ترحّم، آبشاروں کا ترنّم، ہواؤں کی سرسراہٹ، ندیوں کی گنگناہٹ، پھول کی مہک، سبزے کی لہک، سورج کی چمک، چاند کی دمک، حیات کے ولولے، امن کے زمزمے، محبت کی حدّت، تڑپ کی شدّت، شجر کا جمال، حجر کا جلال، فصاحت کا مخزن، بلاغت کا معدن پلک جھپکنے میں مفقود ہو جائے، اور ''انسان پروانوں جبکہ پہاڑ

دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح اڑنے لگیں۔''

یہ وحدت، توازن واعتدال اللہ نے صرف نظامِ کائنات ہی میں نہیں، انسانی رشتوں، معاشروں اور اقوام و ملل کی بنیادوں میں بھی رکھا ہے۔ پوری انسانیت کو 'اے ابنِ آدم! اے لوگو!' کے کلمے سے مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ ''تقویٰ'' کو ہر انسان کے لیے شرف و برتری کی معراج قرار دیتے ہیں۔ رنگ و نسل، اعلیٰ و برتر و دیگر غیر فطری امتیازات کا خاتمہ کر کے اللہ تعالیٰ، انسانیت کو رواداری کی لڑی میں پروتے ہوئے، سلامتی و امن (اسلام) کے حقیقی سرچشموں سے سیراب کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ انسانیت سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: ''اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد و عورت (آدم و حوا) سے پیدا کیا اور ہم نے تمہاری پہچان کے لیے تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا۔ بیشک تم میں زیادہ باعزت، اللہ کے ہاں وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا اخبر دار ہے۔'' (الحجرات ۱۳)

قدرت کو انسانی رشتوں، معاشروں اور اقوام میں توازن واعتدال محض اس لیے عزیز نہیں کہ اس میں حیاتِ انسانی کی بقا کا راز مضمر ہے بلکہ اس لیے کہ یہی توازن و اعتدال توحید کی روح تک رسائی کا ضامن ہے، کیونکہ فساد بندگی کا دشمن اور امن عبدیت کو دوام بخشتا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعے پر اسی منشائے الٰہی کی توثیق کرتے ہوئے رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے تمہارا باپ (آدم) ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر یا کسی گورے کو کالے اور کالے کو گورے پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں، ہاں تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔''

بلاشبہ بندگی اور عبادت کی آزمائش کا عمل سکون کا متقاضی ہے کہ بگاڑ، انتشار اور ٹکراؤ فکر و عمل کے لیے زہرِ قاتل ہیں جس سے توحید کے مقابلے میں شرکی قوتیں متحرک ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اللعالمین ﷺ (اسلام) کے ذریعے اہلِ عالم کو توحید کی دعوت اسی لیے دی گئی کہ وہ دنیا کو امن وسلامتی کی بستی بنانا چاہتے ہیں:

''آؤ ایک بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان (قابلِ قبول) مشترک، یعنی برابر ہے کہ ہم سب مل کر اللہ کی بندگی اختیار کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم سب اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا (مالک) آقا بنائیں۔'' (الِ عمران ۶۴)

لاریب کرۂ ارض پر الہامی دستور (قرآن) کے مطابق عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل عین منشائے ایزدی ہے۔ اللہ کی طرف سے رحمت اللعالمین ﷺ کی امتِ واحدہ کی ''امتہ وسطاً لتکونو شھداعلی الناس'' (بقرہ ۱۴۳) کے رُوپ میں صوری و معنوی تشکیل دراصل اسلامی نظامِ حیات و معاشرت کے لباس میں سابقہ جملہ نظام ہائے دنیاوی کی نئی تشکیل، تجدید و ارتقا ہے کیونکہ اسلام قدرتی بناوٹ، الہامی فکر و تفلسف اور پیغمبر ﷺ کی عملی زندگی ''اسوۂ کامل'' کے لحاظ سے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انسانیت کو اسلام کے ابدی سرچشموں سے فیض یاب کرنے، 'سلامتی' اطاعت و بندگی' کے دائرے میں لانے کا یہ عمل اس وقت یقیناً حیرت انگیز کامیابیوں کا حامل رہا جب تک آپ ﷺ کا عملی نمونہ، حقیقی صورت میں انسانانِ عالم کے سامنے تھا تاہم آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اب یہ ذمہ داری امتِ مسلمہ کے کندھوں پر آن پڑی ہے کہ وہ باہمی اتفاق و اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ''قرآن و سنت'' کو مشعلِ راہ بنا کر اس عظیم خدائی ''امانت'' کو اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی شعوری کوشش کرے۔

اللہ کی طرف سے تمام انسانیت کو توحید کی بنیاد پر اسلام کے دائرے میں داخل کرنے کا فریضہ امتِ محمد ﷺ کو کیوں سونپا گیا؟ اس لیے کہ اس امت کی بناوٹ خود فطرت نے خالصتاً توحید کے فلسفے پر کی ہے اور اس میں فطرت کے آفاق گیر توازن کا پرتو پایا جاتا ہے۔ قرآن امّ الکتاب، نبی ﷺ امام الانبیاء جبکہ امتِ مسلمہ ''اِنّ الدّین عند اللہ الاسلام'' کے روپ میں ازلی و ابدی قدروں کی حامل؛ لاریب اسلام و مسلمان لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں میں کوئی حدِ فاصل نہیں۔

مسلمان (امتِ مسلمہ) کی عظمت اور شان و شوکت کا نقشہ حکیم الامت علامہ اقبال نے اشعار کی پُر تاثیر زبان میں جس شان سے کھینچا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہو وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تیری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوّت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا 'عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

قرآن وحدیث، امتِ مسلمہ کی اساس ہے جس میں نہ صرف اس کی ساخت، بناوٹ وتشکیل کی واضح ہیئت ملتی ہے بلکہ وہاں سے فکری وعملی غذا بھی مہیّا ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث سے روگردانی اس امّت کو عدمِ توازن کا شکار کرتی ہے جس کا انجام یقیناً ضلالت و گمراہی اور دنیوی واُخروی تباہی و بربادی ہے، جس طرح نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم اس کو مضبوطے سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ

ہو گے ایک قرآن دوسری میری سنّت۔'' (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کی تشکیل نظریۂ توحید اور اُخوّت و بھائی چارے کی بنیاد پر کی۔ تمام مسلمانوں کو ایک کلمہ "لااِلٰہ اِلّااللہ محمد ﷺ الرّسول اللہ" کی بنیاد پر اسلام کے آفاق گیر رشتے میں منسلک کر کے رنگ، نسل، زبان، ذات پات، اعلیٰ و کمتر اور جغرافیائی حد بندیوں کا خاتمہ قرآن کے ان الفاظ میں کیا: ''انماالمومنون اخوۃ'': ''تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔'' ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی کہ "فاصلحو بین اخویکم": یعنی دونوں بھائیوں میں صلح (اختلاف کی صورت میں) کر دیا کرو۔'' (الحجرات ۱۰)

بے شک اللہ ربّ العزّت نے مسلمانوں کو باہمی ذہنی و فکری، روحانی و قلبی رشتوں میں منسلک کر کے وہ زمین تیار کی جس پر اس عظیم الشان امّت کی حسین عمارت قائم و دائم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسلام کی رسّی ''قرآن'' ان کے ہاتھوں میں دے کر فرمایا: "واعتصمو بحبلِ الله جمیعاً ولا تفرّقو" (الحجر ات ۱۰) : ''اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور فرقوں میں تقسیم نہ ہو'' (الِ عمران ۱۰۳)

قطروں کا ملاپ نہ ہو تو آبشاروں، دریاؤں، سمندروں کا جلال و جمال ایک خواب، ستاروں کی جھرمٹ نہ ہو تو چراغاں و کہکشاں نایاب، شجر و حجر نہ ہو تو گلستاں و کہستاں مفقود، بحر و بر نہ ہو تو حسنِ حیات و کائنات نابود: غرض جس طرح فطرت کا تمام حسن، وحدت میں پنہاں ہے، اسی طرح امتِ مسلمہ کی عظمت، شان و شوکت کا دار و مدار بھی وحدت کے مرہونِ منّت ہے۔

قدرت کو اس امت کی تقسیم کسی صورت گوارا نہیں کیونکہ زمین پر خدائی قانون کا عملی نفاذ اور انسانیت کی بقا کا دار و مدار اس کے باہمی اتحاد و اتفاق سے وابستہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: مسلمانوں تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے آپس میں تفرّقہ ڈالا اور باہم تنازعہ پیدا کیا جبکہ اُن کے پاس واضح احکامات

پہنچ چکے تھے۔" (ال عمران ۱۰۵)

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اسلام کی تعلیمات کسی ایک قوم، رنگ و نسل اور جغرافیہ تک محدود نہیں کیونکہ امتِ مسلمہ کی بنیاد مذکورہ امتیازات پر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام روئے ارض کو مسجد سے تشبیہ دی ہے: "تمام روئے ارض مسجد ہے" (ترمذی) تاکہ مسلمان جغرافیائی حد بندیوں تک محدود نہ رہیں اور کرۂ ارض "الملک للہ والحکم للہ" کی حقیقی تصویر و تفسیر بن جائے۔ اسلام کی شاندار تاریخ اور حیران کن فتوحات کی پشت پر قرآن و سنت کے یہی عالمگیر اصول کارفرما رہے، جس کی سب سے دلآویز جھلک طارق بن زیاد کی صورت میں ملتی ہے جنہوں نے اسپین کے ساحل پر کشتیاں جلاتے ہوئے ان تاریخ ساز الفاظ "الملک للہ والحکم للہ" کا عملی مظاہرہ کر کے رہتی دنیا تک اسلامی و عالمی تاریخ میں اپنے آپ کو امر کیا۔ یہ تاریخی واقعہ کرۂ ارض پر اسلام کے شاندار ماضی کی ناقابلِ فراموش داستان ہے جس کو حکیم الامت علامہ اقبال نے آنے والی نسلوں کے لیے اس نظم کی صورت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کیا ہے:

طارق چو بر کنارئه اندلس سفینه سوخت
گفتند کارِ تو به نگاهِ خرد خطاست
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم؟
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بشمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست که ملک خدائے ماست

امتِ مسلمہ کی ذہنی، فکری اور عملی تشکیل کا نقشہ، حضور ﷺ نے احادیث میں انتہائی صراحت سے بیان کر دیا ہے، حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک

مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ (ایک اینٹ دوسرے اینٹ) دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔" (اس عمل سے یہ سمجھایا کہ مسلمانوں کو اس طرح ایک دوسرے سے جڑے رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کی قوّت کا زریعہ بننا چاہیے۔) (بخاری)

عصبیت چاہے رنگ و نسل کی ہو یا قومیت و جغرافیہ کی زبان و بیاں کی ہو یا مسلک و فرقہ کی امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتی ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے عصبیت کو حرام قرار دیا۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی بنا پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت (کے جذبے) پر مرے وہ ہم میں سے نہیں۔" (ابوداوٗد)

محبت و مودّت، اخوت و برادری کا رشتہ مقناطیسی قوت کا حامل ہوتا ہے جسے ربِّ کائنات نے مومنین کی سرشت میں ڈال دیا ہے ایک مسلمان چاہے جس حال و کیفیت میں ہو، روحانی و جسمانی لحاظ سے دوسرے مسلمان کے دکھ درد اور فخر و انبساط کی گھڑیوں میں اپنے آپ کو شریک پائے گا۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں بدن کی طرح ہے، جب اس کے بدن کا ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارے بدن کے اعضا، بخار و بے خوابی میں اس کے شریکِ حال ہوتے ہیں۔" (مسلم)

بقول مولانا ابوالکلام آزاد: "ہم مسلمان جہاں تہاں بھی ہیں، ایک ملک سے لے کر دوسرے ملک تک، حکمرانی تقسیم کے علی الرغم ملتِ واحدہ ہیں، وہ زخم جو انقرہ میں کسی ترک کو لگتا ہے اس کا لہو دہلی میں ایک مسلمان کے سینے سے رستا ہے اور وہ کانٹا جو مراکش میں کسی فرزندِ توحید کو چبھتا ہے، اس کی ٹیس ہندوستان کے مسلمان کو ہوتی ہے۔"

جس طرح شاعرِ مشرق نے فرمایا:

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بیتاب ہوجائے

قرآن واحادیث کے پس منظر میں امّتِ مسلمہ کا یہ تصوّر بلاشبہ منفرد عظمتوں کا حامل رہا ہے، مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ اس کی عملی تصویر ہے، جس کی گواہی تاریخ عالم بھی دے رہی ہے تاہم آج بہت سارے سوالات سر اُٹھا رہے ہیں، کیا آج بھی امتِ مسلمہ قرآن و حدیث کی ان تعلیمات پر بدستور عمل پیرا ہے، اور ماضی کی طرح ان کا حال بھی شاندار عظمتوں کا حامل ہے؟ پچھلے چار پانچ سو سالوں میں اس امت نے کتنی ترقی کی ہے اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں اقوامِ عالم کے صف میں آج کس مقام پر کھڑی ہے؟ ان سوالات کے جوابات انتہائی روح فرسا ہیں۔

قانونِ قدرت سے انحراف کیا جائے تو ردّعمل میں فطرت کے ظاہری ہتھیار بھی اپنا توازن توڑ کر حرکت میں آنے لگتے ہیں، پھر سیلاب طوفانِ نوحؑ کی شکل اختیار کرتا ہے، آسمانی پکار و بادِ صرصر، قومِ عاد وثمود کو نشانِ عبرت بنا دیتے ہیں۔ فرعون وجیشِ فرعون کے لیے دریائے نیل مقتل بن جاتا ہے۔ سمندر کا مدّ و جزر سونامی اور زمینی عدم توازن زلزلہ بن کر اقوام و تہازیب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ بعینہ انسانی رشتوں، اقوام وملل کا توازن ٹوٹ جائے تو انتشار و اختلاف، غربت وافلاس، ظاہری عیش وعشرت، غفلت وتن آسانی ان کی جملہ فطری و کسبی صلاحیتوں کو ساکت وجامد کردیتی ہے۔ ذہنی و نفسیاتی، اخلاقی و جسمانی، معاشی و معاشرتی، تہذیبی و ثقافتی عوارض میں مبتلا ہوکر زوال و نامرادی کے گڑھوں میں گرنے لگتی ہیں، ان پر نااہل و غاصب حکمران مسلط ہوجاتے ہیں، وسائل وامکانات کے باوجود اس کی ذہنی وفکری و دیگر شعبہ ہائے حیات کی ترقی کا عمل رُک جاتا ہے اور اللہ کا ہر عذاب تازیانہ بن کر انہیں قعر و مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گزارتے لگتا ہے۔ افسوس! آج امتِ مسلمہ بھی مؤخر الذکر جملہ مسائل کی کیفیات سے دوچار نظر آتی ہے۔

انیسویں صدی کے اختتام پر امت مسلمہ کی حالت کی تصویر کشی اردو کے مشہور شاعر الطاف حسین حالی نے کی تھی۔ افسوس صد افسوس! ہم نے ماضی سے کچھ نہیں سیکھا اور آج اکیسویں صدی کی پہلی دہائی پر بھی اس سے کہیں زیادہ بدتر حالت میں ہیں انہوں نے سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور مناجات پیش کرتے ہوئے امت کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کردی تھی، یوں لگ رہا ہے جیسے یہ اشعار آج لکھے گئے ہیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دُعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں اب بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے
عالم ہے سو بے عقل ہے، جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے، نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
ایک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ ایک جنگ میں حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہوکر محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی' آپ ﷺ کے لیے ہر قوم کی بیٹی واجب الاحترام ہوتی ' آپ ﷺ نے اُس کے بے پردہ چہرے پر چادر تان کر اسے عزت دی۔ اس تلمیح کو شعر میں نقل کرتے ہوئے علامہ اقبال امّت مسلمہ کی موجودہ حالت کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں:

ما ازاں خاتونِ طے عریاں تریم
پیشِ اقوامِ جہاں بے چادریم تریم

افسوس! ہم خاتونِ طے سے بھی زیادہ بے پردہ ہو چکے ہیں اور آج اقوامِ عالم کے سامنے تماشا بنے ہوئے ہیں' کوئی چادر دینے والا بھی نہیں!!

تاریخ عالم بہ بانگِ دہل تسلیم کر چکی ہے کہ کرۂ ارض پر انسان ساز تہذیب و ثقافت کی بنیادیں اسلام نے رکھیں۔ دنیا کی تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کی مثبت روایات کی پنیری اسلام کے کِشتِ فکر و خیال میں کاشت ہوئی۔ تعلیم و تعلّم' تصنیف و تالیف' سائنس و ٹیکنالوجی 'طبیعات و حیاتیات' فنون و ادبیات' طب و سیاسیات' فلسفہ و تصوّف' علم الکلام و ادیان' طرزِ معیشت و معاشرت غرض جملہ شعبہ ہائے حیات کی افزائش و ترقی کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے اور ان علوم و فنون کی تمام دلآویزیاں اسلام کے مرہونِ منت ہیں!!

تو پھر آج مسلمان' امتِ مسلمہ' مغرب کا دستِ نگر کیوں ہے؟ مغرب ہمیں جاہل ' گنوار' نقال اور دہشت گرد کے ناموں سے کیوں پکار رہا ہے؟ طفلِ مکتب سمجھ کر ہماری ذہنی و فکری حد بندیاں کیوں کر رہا ہے؟

رازدارِ فطرت علامہ اقبال نے اس کی وجوہات یوں بیان کر دی تھیں:

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا نے زمیں پر آسماں سے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

افسوس! قدرت نے امت مسلمہ کی رگوں میں اعتدال و توازن کی جو حکمت پوشیدہ رکھی ہے وہ آج اس کا حقیقی ادراک کرنے سے بھی قاصر نظر آتی ہے۔ قرآن و سنت کے باغی، تعلیم و تحقیق سے بیزار، عیش و عشرت کے خوگر، غفلت و تن آسانی کے عادی، مسلک و فرقے اور جغرافیائی حدود و قیود کے اسیر ہو کر ہم تن و روح، قلب و جاں کا رشتہ ہی بھلا بیٹھے ہیں۔ اہلِ سیاست، حکومت و اقتدار کے لالچ میں منڈیِ سیاست میں قومی و ملّی وقار کو نیلام کر رہے ہیں جبکہ ملت کی اقتصادی، معاشی اور سماجی حالت انتہائی دگرگوں ہے۔ انگریزوں کی کاسہ لیسی، ملت فروشی و وطن فروشی پر فخر کیا جا رہا ہے۔ بے شمار مکاتبِ فکر کی بنیاد پر غیر فطری تقسیم اور شیرازۂ اُمّت کو منتشر کرنے کے باوجود، ہمارا سارا زورِ تکلّم اس بات پر صرف ہو رہا ہے کہ کیا رواداری کی بنیادیں کرۂ ارض پر اسلام نے نہیں رکھیں؟ جبکہ حقیقتِ حال اکبر الہ آبادی کی زبان میں یہ ہے کہ:

بنائے ملّت بگڑ رہی ہے لبوں پہ ہے جاں مر رہے ہیں
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہیں گویا اُبھر رہے ہیں
ادھر ہے قومِ ضعیف و مسکیں اُدھر ہے کچھ مرشدانِ خود بیں
یہ اپنی قسمت کو رو رہی وہ نام پر اپنے مر رہے ہیں

کٹی رگِ اتحادِ ملّت 'رواں ہوئیں خونِ دل کی موجیں
ہم اس کو سمجھے ہیں آبِ صافی نہار ہے ہیں' نکھر رہے ہیں

آج ہر کوئی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں بیٹھ کر دوسروں کی تکفیر کرنے پر تُلا ہوا ہے' اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی آرزو کے باوجود عالم اسلام میں اختلافات کی خلیج بڑھتی جارہی ہے۔مذہبی حلقوں میں دینی اختلافات مزید وسعت اختیار کرتے جارہے ہیں۔علما'فقہااور خطیبِ منبر تہمتیں لگا کر ایک دوسرے کو بدنام کررہے ہیں'تحریر وتقریر کی تمام تر توانائیاں اختلافی مسائل کو ہوا دینے پر صرف ہورہی ہیں۔مسلمان قومی'لسانی'مسلکی'فرقہ وارانہ مسائل اور جغرافیائی حدبندیوں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں'ہر کوئی اپنے مسلک وفرقے پر فخر کررہا ہے اور ایک شناخت ''مسلمان''انہیں گوارا نہیں'جس نے ان کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنادیا ہے۔رواداری'افہام وتفہیم کی فضا پیدا نہیں ہونے دی جارہی' کیونکہ اس طرح ذاتی مسلک و مکتب پر اجارہ داری ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

حکیم الأمت نے کہا تھا:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
یوں تو سیّد بھی 'مرزا بھی ہو افغاں بھی
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

آج حالات ہی نہیں عقل کا بھی تقاضا ہے کہ ہمیں انتشار میں اتحاد اور اختلاف میں

اتفاق کی طرف بڑھنا ہوگا! تاہم محض وقت اور حالات کے تقاضوں پر ہی اکتفا کیوں؟ قرآن و حدیث کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ اللہ ربّ العزّت اور حضور نبی کریم ﷺ کی منشا و رضا بھی یہی ہے۔ عراق، افغانستان و پاکستان عالمی دہشت گردی کی نذر ہو رہے ہیں۔ ایران پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، کشمیر، فلسطین، شیشان، سوڈان غرض جہاں کلمہ گو ہے شیطانی قوتوں (مغربی قوتوں) کے نشانے پر ہے۔ کرۂ ارض کے تمام مسلمان کسی نہ کسی صورت میں ظلم جبر، امتیازی قوانین، غیر منصفانہ معاشی پالیسوں کی آگ مین جل رہے ہیں۔ بیت المقدّس، مسجدِ قرطبہ کفار کے نرغے میں ہیں۔ غرناطہ کی پہاڑی پر ''مسلمانوں کی آخری ہچکی'' کے الفاظ ہماری دینی حمیّت پر تازیانے برسا رہے ہیں:

خیاباں میں ہیں منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے

سوال اٹھتا ہے کہ کیا ہمارا شاندار ماضی یونہی قصۂ پارینہ بنا رہے گا، اور مسلمان ''امتِ مسلمہ'' کبھی ''نشاۃ ثانیہ'' نہ دیکھ سکے گی؟

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصرِ کہن کو جن کا تیغِ ناصبور
مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا
آدمی آزاد زنجیرِ توہّم سے ہوا
غلغلوں سے جن کے لذّت گیر جن کے گوش ہیں
کیا وہ تکبیر اب تک کے لیے خاموش ہیں؟

حکمت کا تقاضا ہے کہ آج امتِ مسلمہ آسمانی و زمینی حقائق کا ادراک کرے

۔قانونِ فطرت ہے کہ جو شے وقت اور زمانے کے تقاضوں سے اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کرتی اس کی بقا ایک سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔قدرت کی مدد صرف ان کے ساتھ ہوتی ہے جو خودتبدیل ہونے کا ارادہ کرے:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّی یغیر ما بأنفسھم (الرعد۱۱)''اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا' جب تک وہ خود نہ بدلیں' جوان کے دلوں میں ہے۔''(الرعد۱۳)

امۃ کو بدلتے ہوئے عالمی منظرنامے کے تناظر میں عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لیے زمانی ومکانی حقائق کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آج ''اب یا کبھی نہیں'' (Now or Never) کا لمحہ آن پہنچا ہے:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (علامہ اقبال)

اگر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ حقیقی معنوں میں ہماری منزل ہے؟''یقیناً ہے!'' اور ہمیں خلیفۃ الارض کی آفاقی ذمہ داریاں نبھانی ہیں''یقیناً نبھانی ہیں!'' تو انہی قدروں اور روایات کو زندہ کرنا ہوگا جو ہمارے اسلاف کا طرّہٗ امتیاز تھا۔بقول ابوالکلام آزاد:''آج زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود ایک زلزلہ تھے' آج اندھیروں سے کانپتے ہو'یاد کرو کہ تمہارا وجود خود ایک اجالا تھا' گھٹاؤں کا طوفان کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے ڈر سے پائنچے چڑھا لیے ہیں۔وہ آخر تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اُتر گئے' پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا' بجلیاں لپکیں تو ان پر مسکرائے' بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا' صرصر اٹھی تو رخ پھیر لیا' آندھیاں آئیں تو ان سے کہا لوٹ جاؤ' یہ ایمان کی جان کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں میں جھانکنے والے آج خود ہی گریباں کے تار بیچ رہے ہیں اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے ہیں کہ جیسے اس پر کبھی ایمان ہی نہ تھا۔''

اور جس کی حسرت علامہ اقبال کو ہمیشہ رہی:

کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے
عشقِ بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں

ہمیں قوموں کی امامت کا الہامی فریضہ انجام دینا ہے' ہر شعبۂ زندگی' تہذیب و تمدّن' دین وسیاست' تعلیم وتعلّم' سائنس وٹیکنالوجی' معیشت و معاشرت اور حرب وضرب میں عظمتِ رفتہ کو بحال کر کے عظمتِ نو کا غازہ دینا ہے' آسمانی توقعات پر پورا اترنا ہے لہٰذا ہمیں ایک ہونا پڑے گا!!

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری 'محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

اگر یہی ہمارا عزم ہوگا' قدم سے قدم' پہلو سے پہلو ملا کر ہم آگے بڑھیں گے تو آسمانی طاقتیں ہمارے قدموں میں آنکھیں بچھائیں گی' ہوائیں ہمارے ایک اشارے پر حرکت میں آئیں گی' فرشتے گردوں سے ہماری مدد کے لیے اتریں گے' کائنات کی تمام دلآویزیاں ہمارے دستِ قدرت میں ہوں گیں اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ کر سکے تو خاکم بدہن یونہی قعرِ مذلت کے گھڑوں میں دھنستے جائیں گے' شیطانی قوّتیں یونہی ہمیں تختۂ مشق بناتی رہیں گی اور اس وقت تک ہم نشانِ عبرت بنتے رہیں گے جب تک قدرت کو خود ہماری ناقابلِ برداشت حال پر رحم نہ آجائے!!

تاہم ایک اہم سوال اور بھی ہے اور وہ یہ کہ کیا امتِ مسلمہ کی صفوں میں انتشار' دینی 'اخلاقی' فکری' سیاسی' معاشی' معاشرتی 'تعلیمی' سائنسی؛ زوال و انحطاط کا اصل مجرم مغرب ہی ہے؟ کیا تمام تر ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال دی جائے؟ لیکن شیطانی قوّتیں تو ہر دور میں اسلام کے مقابلے میں برسرِ پیکار رہی ہیں؟

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے چراغِ بو لہبی

قرآن و حدیث سے روگردانی، ملوکیت، لادین جمہوریت، ہوسِ اقتدار، ہوسِ زر و مال شہرت و ریا، تعلیم و تحقیق سے فرار، طوائف الملوکی، تفرّقات، مسلکی طبقاتی تقسیم، مادہ پرستی، عیش وعشرت اور تن آسانی جیسی بے شمار وجوہات ہیں جس نے ہمیں عالمی طاقتوں کا دستِ نگر بنا دیا ہے جبکہ قدرتی آفات، خشک سالی، زلزلے، سیلاب اور مختلف اعلام و امراض عذابِ الٰہی کی غمازی کرتے ہیں۔

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترکِ خر گاہی ہو یا اعرابیِ والہ گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی
ہوگیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر

عیسائی، یہود و ہنود، مختلف المذہب، مختلف الرنگ، مختلف النسل، مختلف الاقوام، ذاتی مفادات اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے ''برائی'' کے نظریے پر ایک ہوسکتے ہیں تو ہم مسلمان، ایک قرآن و نبی ﷺ کے ماننے والے، فطری نظریے و بناوٹ کے باوجود کہ ہماری بنیاد ہی ''سلامتی، خیر، نیکی'' ہے کیوں متحد نہیں؟ ہم آج کیوں منتشر اور در بدر ہیں؟ اس ادراک و احساس کے باوجود کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ
ان کی جمیعت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمیعت تیری

9/11 کے بعد دنیا حقیقتاً بہت بدل چکی ہے۔ عالمی امن کے لٹیرے نے ''صلیبی

جنگ'' کا بگل بجا کر سابقہ روایات وتاریخ دہرانے کی ٹھان لی ہے۔ امتِ مسلمہ کو خطرے کی گھنٹی دی جا چکی ہے جبکہ تہذیبی وثقافتی جنگ تو کئی دہائیوں سے اہلِ مغرب نے کمال ہنر کاری سے شروع کر رکھی ہے۔ تقسیم کر دو اور حکومت کرو کا حربہ آج بھی اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انہیں اس مقصد کے لیے ہماری ہی صفوں میں'' دلال'' بھی مل رہے ہیں۔

باغباں نے جب آگ دی آشیانے کو
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اہلِ مغرب آج تمام تر مذہبی، فکری، لسانی، قومی و جغرافیائی مسائل کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف ایک قوت'' الکفر ملۃ واحدۃ'' کا روپ دھار چکا ہے۔ جبکہ ہمیں باضابطہ منصوبے کے تحت (ہماری نادانی سے فائدہ اُٹھا کر) فروعی، مسلکی، فرقہ وارانہ ودیگر متذکرہ بالا مسائل میں الجھا کر/لڑا کر تاخت وتاراج کیا جا رہا ہے۔ مغرب، امریکہ اور اس کے اتحادی جس طرح اسلامی ممالک کی عصمتوں کو تار تار کر رہے ہیں مقامِ عبرت ہے۔ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ و اسرائیل نے عالمی معیشت کو خونی پنجوں میں جکڑ رکھا ہے اور انسانوں کا قتلِ عام کر کے اسلامی دنیا کے وسائل پر ناجائز قبضے کا حق تسلیم کروا رہا ہے۔ دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو'' دہشت گردی'' کے نام پر بدنام کر کے اسلام اور اسلامی دنیا سے انسانیت کو متنفر کرنے کی شعوری کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ڈنمارک اور یورپ کے دوسرے حصوں میں توہینِ رسالت پر پورا اہلِ کفر متفق نظر آیا، اس قبیح حرکت پر اہلِ کفر کی جانب سے'' اظہارِ رائے'' کے نام پر شیطانی قوتوں کا دفاع، مذید ترغیب وحوصلہ افزائی، کیا مغرب اور مغربی جمہوریت کی اصلیت پر مہریں ثبت نہیں کر رہا؟

اسی روایت کی توسیع میں لادین مغربی جمہوریت کی پنیری اب مسلم ممالک میں بھی کاشت کی جا رہی ہے۔ امن، انصاف، مساوات کے خوش کن اور طلسماتی نعروں کے زریعے

انسانیت خصوصاً مسلم امہ کو منافقت کی بھٹی میں جھونکا جارہا ہے۔ان تمام مقاصد کے لیے میڈیا کو کمال منصوبہ بندی، ہنرمندی کے ساتھ استعمال کیا جارہا ہے۔

اقوامِ متحدہ امریکی لونڈی بن کر لیگ آف نیشنز کی روایت پر چل نکلی ہے، اسرائیل کے خلاف ۶۰ قراردادیں سرد خانے کی نذر ہوچکی ہیں تاہم عراق، افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک بشمول پاکستان کے خلاف ہر قرارداد ''قراردادِ مرگِ شیطان'' سمجھ کر پلک جھپکنے میں پاس اور منظور ہوکر نہ صرف شرمندۂ تعبیر ہوجاتی ہے بلکہ سلامی معاشروں کو قتلِ ناحق، بھوک وافلاس، غربت وتنگدستی، کے ناگفتہ بہ عمل سے گزار کر نشانِ عبرت بنادیتی ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

من ازیں بیش نہ دانم کہ کفن دُز دہ چند
بہر تقسیمِ قبور انجمنِ ساختہ اند

حقیقت یہ ہے کہ آج مغرب کا کل نظامِ حیات مذہب سے بغاوت کرکے سیکولرزم کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، وہ انسان کو سکون واطمینان دینے سے قاصر ہوچکا ہے، فطرت سے بغاوت، جنسی وفکری بے راہ روی، ہوسِ اقتدار و مادہ پرستی نے ان کے سینے سے انسان اور انسانی اقدار وروایات کی محبت کو یکسر نکال دیا ہے۔

ان قوتوں کا آسمانی صحائف، الہامی کتب کی بے حرمتی اور توہینِ انبیا پر بغلیں بجانا، شیطانی قوتوں کی پشت پناہی وحوصلہ افزائی کرنا، کیا امتِ مسلمہ کو یہ پیغام نہیں دے رہا کہ اہلِ مغرب کے ہاں مذہب کی کوئی اہمیت نہیں، لہٰذا ان کا اتباع تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہیں؟

مانا کہ ہماری پچھلی چند صدیوں کی تاریخ قابلِ رشک نہیں اور اتار چڑھاؤ سے بھرپور ہے، یہ یقیناً ناقابلِ رشک حقیقتوں کا مجموعہ ہے، جس نے آج امتِ مسلمہ و متذکرہ بالا جملہ مسائل کے خونی پنجوں میں دے دیا ہے لیکن کیا اب وقت نہیں آیا کہ علامہ اقبال کا خواب ''مسلمان کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے'' شرمندۂ تعبیر ہوجائے؟

نشاۃِ ثانیہ حاصل کرنے کے لیے امتِ مسلمہ کو عقلی لحاظ سے آج کیا کرنا چاہیے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنا انتہائی ضروری ہے۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات پر حقیقی عمل کے ساتھ ساتھ تمام مسلکی، فرقہ وارانہ، لسانی و جغرافیائی و دیگر تضادات و اختلافات کو افہام و تفہیم سے ختم کرکے/ پسِ پشت ڈال کر ملتِ اسلامیہ، امتِ واحدہ کے حقیقی تشخص کو زندہ کرنا ہوگا، جس طرح شاعرِ مشرق نے کہا تھا:

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا
یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہوجا
غبار آلودۂ رنگ و نسل ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہوجا

OIC کو موثر و فعال بنا کر اتحادِ امّت کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے کیونکہ اسلامی ممالک کا اتحاد ''آتشِ رفتہ'' اور اسلام کی حقیقی ''عظمتِ رفتہ'' کی احیا کا حقیقی ضامن ہے۔ اس پلیٹ فارم سے جیّد علما و فقہائے امّت کے ذریعے نہ صرف باہمی رواداری کو فروغ ملے گا اور ہر قسم کے اختلافات کا حل نکالا جاسکے گا بلکہ ''تہذیبوں کے درمیان گفتگو'' کا براہِ راست فکری دروازہ بھی کھل جائے گا۔ قومی و علاقائی زبانوں کا فروغ ایک حقیقت، تاہم اُمّہ کی سطح پر عربی زبان کا فروغ و تحفظ انتہائی ضروری ہے۔ یکساں نظامِ تعلیم، نصاب کو دینی و عصری، ملک و ملّت کی نظریاتی و جغرافیائی تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے ملّی یکجہتی کے فروغ کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ دین و سیاست، معیشت و معاشرت، زراعت، صنعت و حرفت، سائنس و ٹیکنالوجی، عسکری و حربی غرض ہر شعبۂ حیات میں ایک دوسرے سے استفادے، حقیقی انحصار و تعاون کی روش کو اپنانے کا مثبت آغاز کیا جائے۔ مغرب کی مثبت روایات سے استفادہ ضروری

ہے تاہم یہ اسلامی فکر و فلسفہ سے اعراض کی قیمت پر نہ ہو۔ اس کے لیے ہمیں علامہ اقبال کا یہ پیغام ہر مکتب، مدرسہ، کالج و جامعہ کے در و دیوار پر کندہ کرنا ہوگا تا کہ ہر مسلمان بچہ و بچی اس کی پیغام کی عملی تصویر بن جائے:

قوّتِ مغرب نہ از چنگ و رباب
نے ز رقصِ دختران بے حجاب
نے ز سِحرِ ساحرانِ لالہ روست
نے ز عریاں ساق و نے از قطعِ مُوست
محکمی او را نہ از لادینی است
نے فروغش از خطِ لاطینی است
قوّتِ افرنگ از علم و فن است
از ہمی آتش چراغش روشن است

نیٹو کی طرز پر امّہ فوج کا قیام اور عالمی و علاقائی مسائل پر ممکنہ حد تک یکساں مؤقف کی روایت اپنانے کو یقینی بنایا جائے۔ سلامتی کونسل میں اُمّہ کی مستقل نمائندگی وقت کی اہم ضرورت ہے، اس کے ذریعے مسلمان ممالک کے خلاف منفی قوتوں کو لگام دیا جا سکتا ہے۔ امہ کے قدرتی و دیگر وسائل، تجارت، درآمدات و برآمدات کے دروازے، مغرب کی بجائے مشرق کی طرف کھولنے کا مشکل مرحلہ حکمت و تدبّر سے سر کرنا ضروری ہے۔ عوامی رابطے، وفود کے تبادلے، کھیلوں کی مشترکہ سرگرمیاں اور سب سے بڑھ کر اسلامی میڈیا، جو امہ کا حقیقی مقدمہ لڑ سکے، کا آغاز وقت کا اہم تقاضا ہے، مغربی جمہوریت کی بجائے اسلامی جمہوریت کی طرف سفر کا آغاز ''نشاۃ ثانیہ'' کا خواب شرمندۂ تعبیر کر سکتا ہے۔ کہ یہی کامیابی کی کنجی ہے۔

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

پاکستان کی سطح پر مختلف مکاتبِ فکر کا اجتماع فکری و عملی لحاظ سے ایک اہم کامیابی اور مثبت پیش رفت تھی، جس کی تجدید و توسیع امتِ مسلمہ کی سطح پر وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پاکستان، ایران اور افغانستان کی صورت میں اسلامی ممالک کا بلاک (حالیہ معاہدہ، ایک دوسرے کے خلاف اپنی سرزمین کا عدم استعمال) اور دوسرے اسلامی ممالک تک اس کی ممکنہ توسیع، اقبال، سید جمال الدین افغانی اور دیگر عظیم مسلم اکابرین کے خواب ہائے اتحادِ اسلامیہ میں حقیقی رنگ بھر سکتا ہے، جس کی پیشن گوئی علامہ اقبال نے اس شعر میں کی تھی۔

تہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

علامہ اقبال کا خیال تھا کہ ہمسایہ اسلامی ممالک کے اتحاد سے جب عالم مشرق کے جنیوا (ایران) کو تازہ خون ملے گا، تو یقیناً اتحادِ امّت اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب حقیقت کا روپ دھار سکے گا، ان ہمسایہ ممالک کے اتحاد میں پاکستان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس جغرافیائی خطّے سے اسلامی انقلاب کی پیشن گوئی شاہِ عرب و عجم ﷺ نے بہت پہلے کی تھی، علامہ اقبال نے یہ اہم نکتہ ہمیں ان الفاظ میں یاد دلایا ہے:

یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

الحمد للہ "لاتقنطو من الرحمتِ اللہ" پر ہم مسلمانوں کا غیر متزلزل ایمان ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہم مسلمانوں ہی نے شرافت و کامرانی کے گلستانوں کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی، شجاعت و بہادری کی داستانیں قرطاسِ ارض پر سرقلم کر کے لکھیں، ہمارے عزم و ہمت کے سامنے فولادی چٹانیں ریزہ ریزہ ہوئیں، اللہ کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے ہم نے دشت و دریا کی پرواہ کیے بغیر اسلام کا پرچم سربلند کیے رکھا، چشمِ فلک نے ہم سے زیادہ بردبار، کرم گستر، فراخ دل، نرم مزاج، محبت و شفقت کے حقیقی پیکر نہیں دیکھے، ہم نے جہالت کی بنجر

وادیاں تعلیم و تعلم کی کھیتیوں سے سرسبز و شاداب کیں، ہم سے زیادہ علم دوست ارض و سما نے نہیں دیکھے، جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہم ہی نے علم کے مینار روشن کیے۔ ظلمت کی طویل راتوں میں صداقت، امانت، عدالت اور شجاعت کی قندیلیں ہم نے روشن کیں، ہماری بہادری، اولوالعزمی کے قصے وقت نے دشت و دریا، کوہ و بیاباں کے رخساروں پر لکھے، سائنس و ٹیکنالوجی کی آرائش و زیبائش سے رخسارِ ارض و سما کو ہم نے مزّین کیا، تاریخ کی کتابوں میں ایثار و قربانی کی عظیم داستانیں ہم نے تلوار کے قلم سے رقم کیں، دنیا کو عزم و ہمت، صبر و استقامت کا درس ہم نے دیا، علم و ادب تہذیب و ثقافت کے سبزہ زاروں کو ہم نے سیراب کیا، لہٰذا لیل و نہار کی گردشیں، حالات کی تبدیلیاں، ہمارے ارادوں کو متزلزل نہیں کرسکتیں۔ انشاء اللہ ایک بار پھر دخترِ کائنات ہماری محبتوں اور شفقتوں کی آغوش میں انگڑائیاں لے گی، تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ امتِ مسلمہ اس فارسی شعر کی عملی تصویر و تفسیر بن جائے:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

انشاء اللہ کرۂ ارض پر امتِ مسلمہ کا اتحاد، عظمتِ رفتہ کی بازیافت اور اسلامی انقلاب اس صدی کی سب سے بڑی حقیقت ہوگی! یہ ربّ اللعالمین، رحمت اللعالمین ﷺ اور ماضی، حال اور مستقبل کے ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے، جس کی پیشن گوئی دانائے راز نے ان اشعار میں کی تھی:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
اس قدر ہوگا ترنم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی صدا ہوجائے گی

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے